پھر اُس سے یہ پوچھا کہ اے بےنظیر
کہے تو چلی آئے بدر منیر

کہا خیر ہے تجھ کو رشکِ چمن
چھپے ہے کہیں بھائی سے بھی بہن

مرا جان و مال اُس پہ قربان ہے
کہ اس کے سبب سے مری جان ہے

مرا یہ تو ہمدم ہے دن رات کا
مجھے اس سے پردہ ہے کس بات کا

## داستان بےنظیر اور بدر منیر کے ملنے کی اور اس کے باپ کو بیاہ کا رقعہ لکھنے میں

مرے منہ سے ساقی ملا دے شراب
کہ ملتے ہیں باہم مہ و آفتاب

یہ سن سن کے باتیں وہ پردہ نشیں
چلی آئی اک ناز سے نازنیں

حیا سے پھر آکر جو بیٹھی وہ پاس
پھر آہی گئے اُس کو ہوش و حواس

اُدھر اشک خونیں ادھر چشم نم
اُسے اُس کا غم اور اسے اُس کا غم

نہ وہ رنگ اس کا نہ وہ اُس کا حال
تن زرد زرد اور رخ لال لال

بہم دو خزاں دیدہ گلزار سے
ملے جیسے بیمار بیمار سے

عجب صحبت آپس میں اُس دم ہوئی
کہ ایسی بھی صحبت بہت کم ہوئی

وہ نجم النسا اور فیروز شاہ
حیا سے کیے اپنی نیچی نگاہ

سرشک محبت بہانے لگے
اس احوال پر حیف کھانے لگے

اور اِس طرف کو شاہزادہ نڈھال
لگا رونے آنکھوں پہ دھر کر رومال

وہ مجروح دل تھی جو بدر منیر
لگی کھینچنے اپنی آہوں کے تیر

چھپا منہ کو اس طرف سے نازنیں
لگی کرنے تر دامن و آستیں



پڑیں غم کی باتیں جو آدرمیاں
یہ روئی کہ لگ لگ گئیں ہچکیاں

غرض دیر تک مل کے روتے رہے
جدائی کے داغوں کو دھوتے رہے

رخ زرد پر اشک گلگوں بہا
بہار و خزاں کو کیا ایک جا

کلیجوں پہ جو داغ تھے بے شمار
سو آنکھوں سے اُن کی دکھائی بہار

پھر آخر کو نجم النسا وہ شریر
لگی کہنے سنتی ہے بدر منیر

کیا چاہتی ہے تو اب قہر کیا
زیادہ نہ بن اپنی الفت جتا

اگر تیری خاطر یہ رویا ہے کم
کہ تو اور رو رو کے دیتی ہے غم

ذرا تن میں آنے دے اس کے تواں
ابھی اس کو رونے کی طاقت کہاں

یہ مُردہ بسا لائی ہوں میں اس لیے
کہ دیکھے سے تیرے شتابی جیے

وہاں میں نے اس کی نہیں کی دوا
کہ ہے خانۂ یار دارالشفا

لے آئی ہے اس کو محبت کی دھن
جیا ہے فقط تیرے ملنے کی سُن

اسے وصل کی اپنے دارو پلا
کسی طرح اس نیم جاں کو جلا

بس اب کچھ خوشی کی کرو گفتگو
خدا پھر نہ تم کو رلائے کبھو

نہیں خوشنما پاس آئے ہوے
رہیں دو جنے منہ پھلائے ہوے

یہ سن ہنس پڑے سب وہ آپس میں مل
پڑیں جس طرح پھول گلشن میں کھل

بہم پھر تو ہونے لگے اختلاط
اُبلنے لگے دل سے عیش و نشاط

شب آدھی گئی جب تو خاصہ منگا
تکلف سے ہر اک کے آگے دھرا

عجب چہل سے سب نے آپس میں مل
کیا نوش حسب تمنائے دل

پھر آخر کو دو دو جدا ہو گئے
الگ خواب گاہوں میں جا سو گئے

اُٹھائے تھے جو جو کہ رنج و ملال / ہوئے اس مزے میں وہ خواب و خیال
الگ ہو کے لیٹی جو وہ ماہرو / ہوئی لیٹے لیٹے عجب گفتگو
وہ گذرا ہوا یاد کر کر کے حال / لگے رونے آنکھوں پہ دھر کر رومال
کہا شاہزادے نے احوال سب / کنویں میں جو گذرا تھا رنج و تعب
کہ یوں میں اندھیرے میں رویا کیا / کنویں میں تن اپنا ڈبویا کیا
نہ پہونچا کوئی میرا فریاد رس / تڑپتا رہا دل برنگِ جرس
وہ تاریک خانہ مرا گھر رہا / سدا میری چھاتی پہ پتھر رہا
محبت نے یہ چاشنی اور دی / کہ تن کے تئیں جیتے جی گور دی
زمیں سے نکلنے کی کب آس تھی / فلک کے مجھے ہاتھ سے یاس تھی
عجب طرح سے زیست کرتا رہا / تری جان سے دور مرتا رہا
خدا ہی نے تجھ سے ملایا مجھے / اُٹھا قبر سے پھر جلایا مجھے
دیا شاہزادی نے رو رو جواب / کہ میں نے بھی اک شب یہ دیکھا تھا خواب
ترے داغ کی دل میں جو بو گئی / میں اک رات روتی ہوئی سو گئی
تو کیا دیکھتی ہوں کہ صحرا ہے ایک / او اُس دشتِ ہو میں کنواں سا ہے ایک
صدا واں سے آتی ہے بدرِ منیر / ادھر آ کہ یاں قید ہے بے نظیر
میں ہر چند چاہا کروں تجھ سے بات / ولے کی گئی واں نہ کچھ مجھ سے بات
مری جان گو اس طرف ڈھل گئی / اُسی دم مری آنکھ پھر کھل گئی
عجب اُس گھڑی مجھ پہ گذرا قلق / کہ دل اور جگر ہو گیا میرا شق
اُسی دن سے یہ حال پہونچا مرا / کہ مرتی رہی نام لے لے ترا



نہ دیتا تھا گو کوئی تیری خبر / ولے تھا ترے غم سے دل کو اثر
گذرتا تھا واں تجھ پہ جو صبح و شام / وہ اندھیر تھا مجھ پہ روشن تمام
یہ کہتی میں کس سے یہ دردِ نہاں / شب و روز جلتی تھی میں شمع ساں
عجب طرح سے زیست کرتی تھی میں / کہ اس زیست کرنے سے مرتی تھی میں
اسی غم میں رہتی تھی لیل و نہار / کہ کیونکر ملاوے گا پروردگار
مری شکل پر رو کے نجم النسا / گئی اس طرح حال اپنا بنا
پھر آگے تو معلوم ہے تم کو سب / کہ ہم تم ملے پھر اُسی کے سبب
یہ آپس میں کہہ حالِ دل رو اُٹھی / وہ کہنے کو سوئی تھی بس سو اُٹھی
جو ملتے ہیں بچھڑے ہوئے ایک جا / اُنھیں نیند باتوں میں آتی ہے کیا
پریزاد نجم النسا واں جدے / الگ اپنی باتوں میں سرگرم تھے
کٹی رات حرف و حکایات میں / سحر ہو گئی بات کی بات میں
شبِ وصل کی جو سحر ہو گئی / تو سوتوں کو گویا خبر ہو گئی
لیا ماہ نے اپنے منہ پر نقاب / اُٹھا بسترِ خواب سے آفتاب
صبوحی کو اُٹھتا ہے جیسے مدام / شرابِ شفق سے بھرے اپنا جام
لیے روز کو ساتھ آنے لگا / وہ سوتوں کو شب کے جگانے لگا
ہوئی چشم وا اور مژگاں دراز / سپید و سیہ میں ہوا امتیاز
گیا عقدۂ صبح اُس دم جو کھل / نکل آئے ایدھر اُدھر سے وہ گل
اُٹھے جب کہ آپس میں گلفام وہ / گئے باری باری سے حمام وہ
دوبارہ کیا سب نے اپنا سنگار / چمن میں نئے سر سے آئی بہار

وہ جوگن ہوئی تھی جو نجم النسا
جمی گرد اُنّے بدن سے چھڑا

نہا دھو کے نکلی عجب آن سے
کہ الماس نکلے ہے جوں کان سے

نہانے سے نکلا عجب اُس کا روپ
نکل آئے بدلی سے جس طرح دھوپ

ولے آگ اُس نے لگائی یہ اور
کہ پوشاک کی سرخ لالے کے طور

جلانے کو عاشق کے دکھلا کھبن
لیا سُرخ لاہی[1] کا جوڑا پہن

تمامی کی سنجاف اُس پر لگا
طلا کی طرح سے دیا دگدگا[2]

اُسی رنگ کے ساتھ کا سب لباس
تصور میں ہو سُرخ جس کے قیاس

بھبھوکا سا تن اور وہ منہ کی دمک
کہ جوں شعلۂ آتش سے اُٹھے بھڑک

نکیلی وہ اُٹھتی ہوئی چھاتیاں
بھری اپنے جوبن میں اتراتیاں

گلے کی صفائی وہ کرتی کا چاک
ترّاقے[3] کی انگیا کسی ٹھیک ٹھاک

وہ کنچن[4] سی اُس میں کچیں لال لال
بھری رنگ سے قمقمے کی مثال

نلاہٹ[5] وہ کھٹنی کی اُس سے نمود
کہ جوں سرخ چہرے پہ خالِ کبود

گیا باغبانِ حسن کا دھر کے پھول
کنول کی کلی پر بنفشہ کا پھول

کہے تو لیے اپنے منہ پر نقاب
شفق میں چھپے جوں مہ و آفتاب

بنت گرد اُس کے نہ کیونکر پھرے
کہ واں گوکھرو لہر کھا کر گرے

وہ پا جامۂ سبز کمخواب اور
دوپٹہ بنارس کا سورج کے طور

جواہر سجا اپنے موقع سے گُل
ترشح میں ہو جیسے نم دیدہ گل

[1] لاہی - ایک قسم کا باریک ریشمی کپڑا ۱۲ [2] دگدگانا - چمکنا - روشن ہونا - سرخ ہونا ۱۲ [3] ایک چمکدار کپڑا ۱۲ - آسی [4] کچن صاف شیشہ ۱۲ [5] نلاہٹ - نیلاپن - کھٹنی - پستان کے اوپر کی گھنڈی ۱۲



وہ کنگھی کھنچی اور وہ ابرو کھنچے
ہر اک آن میں اپنی ہر سو کھنچے

کھجوری[1] وہ چوٹی زری کا موباف
کہ جوں دود کے بعد شعلہ ہو صاف

عروسانہ اُس نے کیا جو لباس
تو آنے لگی خون کی اُس میں باس

بنی جبکہ اس رنگ وہ رشک حور
چلی آئی فیروز شہ کے حضور

پری زاد تو قتل ہی ہو گیا
کہے تو کوئی جان سے کھو گیا

حیا سے نہ کی بات نے کچھ کہا
ولے جی سے قربان اُس پر رہا

وہ بن ٹھن کے آپس میں رہنے لگے
بہم رازِ دل اپنے کہنے لگے

خوشی سے ہوئے بسکہ سرسبز دل
لگے سبزیاں[2] پینے آپس میں مل

ضیافت بہم مل کے کھانے لگے
وہ غم کھانے اُن کے ٹھکانے لگے

چھپے عیش و عشرت وہ کرتے رہے
پہ غیروں کے چرچے سے ڈرتے رہے

اگرچہ ہر اک وصل سے شاد تھا
ولے ہجر کا غم اُنھیں یاد تھا

یہ ٹھہرا کے نکلے وہ دونا ہر دو
کہ اس بات کو کیجیے ایک سو

غضب ہے جو یونہیں دوبارہ رہیں
چھپے کب تلک آشکارا رہیں

سہی ہے یہ تکلیف آرام کو
یہ ناکامیاں ورنہ کس کام کو

نصیب اس طرح سے جو یاری کریں
عیاں کیوں نہ ہم خواستگاری کریں

جب آپس میں یہ مشورے ہو گئے
ادھر اور اُدھر مل کے دو دو ہو گئے

وہ نجم النسا اور وہ بدر منیر
کچھ اک کر بہانہ وہ دونوں شریر

رہیں گھر میں پھر جا کے ماں باپ کے
کہ دیکھیں گے اب ہم قدم آپ کے

[1] کھجوری چوٹی - چوٹی کی ایک قسم کی مضبوط گندھاوٹ ۱۲ [2] سبزی - بھنگ ۱۲ - آسی

نکل بینظیر اور وہ فیروز شاہ
کسی شہر میں رکھ کے فوج و سپاہ

کر اسباب سب سلطنت کا درست
پھر آئے اُسی جا پہ چالاک و چست

وہاں کا جو تھا شاہ انجم سپاہ
جسے لوگ کہتے تھے مسعود شاہ

## نامہ بھیجنا بینظیر کا مسعود شاہ کو خواستگاری میں بدر منیر کے

کیا نامہ یوں ایک اُس کو رقم
کہ اے شاہ شاہان ولے فخر جم

فریدوں شال و سکندر نژاد
مراد جہاں و جہانِ مراد

جہانِ شجاعت زمانِ کرم
دل رستم گرد حاتم ہمم

میں وارد ہوں یاں ایک مہماں غریب
لے آئے ہیں مجھ کو مرے یاں نصیب

نوازش سے اپنی کرم کیجیے
غلامی میں اپنی مجھے لیجیے

ہمیشہ سے ہے راہ و رسم جہاں
کہ وابستہ یوں ہیں ہے کار جہاں

جہاں پر ہے روشن کہ میں ماہ ہوں
ملک زادہ ابن ملک شاہ ہوں

ہر اک مجھ سے واقف ہے برنا و پیر
کہ ہے نام میرا شہ بے نظیر

بیاں سب کیا ماضی و حال کا
مجمل لکھا فوج و اموال کا

جتا کر بہت عجز اور انکسار
لکھا حرف اک یہ بھی آخر کی بار

کہ جو ہووے برعکس شرع شریف
وہ ہے اپنے مذہب میں اپنا حریف

اگر مانیے خیر تو مانیے
نہیں آپ آیا ہمیں جانیے



گیا یہ جو مسعود شہ کو پیام
سُنا اور پڑھا خط کا مضموں تمام

سمجھ اس کا مضمون مسعود شاہ
کہ اتنی ہے فوج اور یہ کچھ ہے سپاہ

اگر جنگ ہو تو بڑی جنگ ہو
پھر اس میں خدا جانے کیا رنگ ہو

اور آخر یہی ہے زمانہ کی چال
کہ پیوند ہوتے ہیں باہم نہال

نہ تازی یہ کچھ رسم پیوند ہے
ہمیشہ سے عالم برومند[1] ہے

## جواب نامہ بینظیر کا ملک مسعود شاہ سے

لکھا نامہ اس کے وہ ہیں در جواب
کہ عاقل کو نکتہ لگے ہے کتاب

لکھا بعد حمد و ثنائے خدا
پس از نعت احمدؐ شہ انبیا

کہ نامہ تمہارا جو سربستہ تھا
وہ رازِ نہاں اپنے ہاتھوں کھلا

شریعت کے عالم میں مجبور ہیں
نہیں اپنے نزدیک ہم دور ہیں[2]

اگر ہم کبھی اپنے دعوے پہ آئیں
تمہارے فلک کو نہ خاطر میں لائیں

ابھی گھر سے نکلے ہو لڑکوں کے طور
نہیں نیک و بد پر بھی اپنے غور

کسی پاس دولت یہ رہتی نہیں
سدا ناؤ کاغذ کی بہتی نہیں

ولے کیا کریں رسم دنیا ہے یہ
وگرنہ گھمنڈ آپ کا کیا ہے یہ

زبس ہم کو ہے پاس شرع رسول
سوا واسطے کرتے ہیں ہم قبول

خلاف[3] پیمبرؐ کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

[1] برومند۔ پھل دینے والا ۱۲ [2] دور ہیں یعنی ہمارے خیالات بہت بلند ہیں ۱۲۔ آسی

[3] جو پیغمبر صلے اللہ علیہ واصحابہ وسلم کے خلاف ہو کر رستہ چلا وہ منزل پر نہیں پہونچ سکتا ۱۲